جدید عالمی معاشرے میں بنتِ حوّا کا تشخص
(اسلام کے حوالے سے ایک نفسیاتی تجزیہ)

ڈاکٹر رابعہ شیخ
اسسٹنٹ پروفیسر اسلامک اسٹڈیز
ڈی ایچ اے کالج، کراچی

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ
(القرآن۔ ۷: ۳)

ترجمہ: ''پیروی کرو اس قانون کی جو تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اسے چھوڑ کر دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو۔''

کون نہیں چاہتا کہ میں پہچانا نہ جاؤں؟ انسان یہ طلب و آرزو لے کر پیدا ہوا ہے کیونکہ جب کچھ نہ تھا صرف رب ہی رب تھا، تو رب نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں لہٰذا ''کُنْ'' کہا اور ''فَیَکُوْنُ'' ہوگیا۔ معدوم کائنات عدم سے وجود میں آگئی اور پھر اس میں اعلیٰ دماغ کی حامل مخلوق کو پیدا کرکے تمام مخلوقات ارضی وسماوی سے سجدۂ تعظیمی کروا دیا۔ اب اس مقام پر مخلوق کے لیے شناخت کا مسئلہ کھڑا ہوگیا یعنی کہ ''من عرف نفسہ فقد عرف ربہ'' (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا) کے مصداق اور دوسری جانب رب کا مقصد پورا ہوگیا یعنی انسان اپنے تشخص کو پہچانے گا تو تب ہی وہ ربِ الٰہی کی معرفت پا سکے گا۔ اور یوں انسان کے حصے میں ایک بڑا مقصد آ گیا۔ اب اس کے ذہن میں سوالات اُبھرے جیسے!!!

میں کون ہوں، میرا تشخص کیا ہے؟ تشخص کا ہونا کیوں ضروری ہے؟ اگر نہ ہو تو کیا انسانی معاشرہ بحیثیت مجموعی انفرادی اور اجتماعی سطح پر ترقی کرسکتا ہے؟ تشخص کا مسئلہ کیا مسئلہ لاینحل ہے؟ اسلام بالخصوص بنتِ حوّا کے تشخص کے ضمن میں کیا کہتا ہے؟ یہ وہ تمام بنیادی سوالات ہیں جو ہر انسان کے ذہن میں نمو پاتے ہیں۔ ان کی مسلمہ حقیقت کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ ان مذکورہ حقیقتوں کے ادراک اور پردہ کشائی کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس کی ابتداء قرآنِ حکیم وفرقان مجید سے کریں۔ تاکہ بتدریج مسئلے کے حل کے لیے راہ کو استوار کیا جاسکے۔ ارشادِ ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ۝
(القرآن۔ ۴۹: ۱۳)

مفہوم: ''اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، یقیناً تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے بے شک اللہ خوب جاننے والا، اچھی طرح باخبر ہے۔''

اسلام ایک فطری اور آفاقی دین ہے اس کی دعوت تمام نوع انسانی کے لیے ہے اس کے دروازے ابناء و بنات آدم وحوّا کے لیے یکساں کھلے ہیں۔ اسلام میں ذات پات، رنگ ونسل، لسانی و وطنی یا کسی اور بنیاد پر کوئی امتیاز discrimination نہیں۔ کسی قسم کے جاہلی وعصری تفاخر کی کوئی گنجائش نہیں، کیونکہ نوع انسانی کی اصل یعنی مادۂ تخلیق ایک ہے اور ان تمام کو تخلیق کرنے والی یعنی خالق کائنات بھی ایک ہے...... اس لیے اس نے اس حقیقت کے ساتھ اپنا ''معیار امتیاز'' standard of discrimination بھی ساتھ ہی بیان کردیا کہ ذات فقط ''تقویٰ'' piety ہے۔ اسی میں فلاح دارین ہے، خواہ وہ ابن آدم ہو یا پھر بنتِ حوّا۔

تاہم اس جدید متمدّن دَور میں ایسے ممالک اور اقوام موجود ہیں جہاں دنیاوی امتیازات کو حقوق و فرائض کی بنیاد بنایا گیا ہے انسانیت کے لئے یہ معیارات باعث شرم ہی نہیں بلکہ باعث تذلیل بھی ہیں۔ کہیں ذات پات کے نظام کو مذہبی بنیادوں پر تحفظ حاصل ہے تو کہیں افریقہ اور جدید دَور کی سپر پاور کہلانے والے ملک امریکہ میں کالے گورے میں تمیز رواں رکھی جاتی ہے جبکہ وہ جمہوریت کا علمبردار ہے۔ دیگر ممالک جو انسانیت کے علمبردار بنتے ہیں، بھی انسان دشمنی میں آگے آگے ہیں۔ ان کی تفصیل آگے آئے گی۔ فی الحال ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ اسلامی تشخص کیا ہے؟ تاکہ بنتِ حوّا کے تشخص کی تفہیم کرسکیں۔ ہم اس تفہیم کو دو حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں:-

(۱) بنتِ حوّا کا باطنی تشخص اور اسلام
(۲) بنتِ حوّا کا ظاہری تشخص اور اسلام

بنت حوا کا باطنی تشخص اور اسلام

تشخص سے مراد:

تشخص سے مراد ایسے عام بنیادی عقائد و فلسفۂ حیات اور صالح اعمال و اوصاف و اخلاق عالیہ ہیں جو ایک مسلمان کو دیگر تمام انسانوں سے منفرد و ممتاز مقام دلاتے ہیں جو اس کی پہچان اور اس کا تشخص بنتے ہیں۔ جہاں تک عقائد و فلسفۂ حیات کا تعلق ہے تو یہ باطنی خاصہ ہیں تاہم اس کا عملی ظہور جن اعمال صالحہ و اخلاق عالیہ کی صورت میں ہوتا ہے وہ اس کی ظاہری شخصیت قرار پاتے ہیں۔ دراصل یہ ظاہری خصوصیات ارکان اسلام پر ایمان کامل کے نتیجہ کے طور پر ظاہر ہوتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

بنی الاسلام علیٰ خمس: شهادة ان لا اله الا اللّٰه وان محمداً عبده و رسوله واقام الصلٰوة وايتاء الزكٰوة والحج وصوم رمضان
(بخاری و مسلم)

''اسلام کی عمارت پانچ ستونوں پر اُٹھائی گئی ہے۔ اس بات کی شہادت کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا''۔

انسانیت اور اُصول اجر و ثواب کے لحاظ سے مرد اور صنف نازک برابر ہیں..... چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اسلام مرد و زن کو ایک ہی پلیٹ فارم پر لا کھڑا کرتا ہے۔ دنیاوی قائم کردہ تفریقات کو تسلیم نہیں کرتا۔ آیئے ہم ارکان اسلام کے تحت بنتِ حوّا کے تشخص کا منفرد اور مختصر جائزہ لیں تاکہ اسلام میں اس کے حقیقی تشخص کی تفہیم کو ممکن بنا کر ہر خاص و عام کے لیے آگاہی فراہم کی جا سکے۔

کامل ایمان بالشھادۃ اور بنت حوا کا تشخص

کلمۂ شہادت کی تصدیق بالقلب و عمل لازمی ہے جو بنتِ حوّا کے ایمان کی پہچان کا پہلا پتھر ہے۔ توحید الٰہی ''وجہ بندگی'' ہے اور رسالت محمدی ﷺ کی شہادت کا مقصود یہ ہے کہ شریعت مطہرہ ''فطرت ثانیہ'' بن جائے۔ یہی دو اہم عقیدے ہیں جن پر تمام دینِ اسلام کا دارومدار ہے۔ ان دونوں عقائد کی گواہی دیئے بغیر بنتِ حوّا مسلمان نہیں ہو سکتی۔ بنتِ حوّا کے نفس کا ان امہات عقائد کی صداقت کی گواہی دینا ظاہری و باطنی اعتبار سے اس کا تشخص ہے۔

الصلوٰۃ اور بنت حوا کا تشخص

الصلوٰۃ ہر مرد و زن پر فرض ہے بالخصوص باجماعت نماز کی زیادہ فضیلت ہے۔ عورتوں کا مسجد میں آ کر جماعت میں شریک ہونے میں کوئی حرج نہیں تاہم سادگی، طلب علم، عبادت کا شوق اور تشخص کو بچانا لازمی شرائط ہیں۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اگر تم سے تمہاری عورتیں رات کو مسجد میں آنے کی اجازت طلب کریں تو تم انہیں اجازت دو۔'' (بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور نسائی)

اسی طرح عورتوں کی امامت عورتوں کے لیے ہے:

''حضرت ام ورقہؓ بنت نوفل سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ ان سے ملنے ان کے گھر تشریف لائے تھے آپؐ نے ان کے لیے ایک مؤذن بھی مقرر کر رکھا تھا جو ان کے لیے اذان دیتا تھا۔ اور وہ اپنے گھر والوں کی امامت کراتی تھیں۔'' (ابو داؤد)

عیدین کی نمازوں میں عورتوں اور بچوں کی شرکت

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ:

''میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روز نبی کریم ﷺ کے ساتھ گیا آپ ﷺ نے نماز پڑھائی اور خطبہ دیا اس کے بعد آپ ﷺ عورتوں کی طرف تشریف لائے اور انہیں وعظ و نصیحت فرمائی اور انہیں صدقہ کا حکم دیا۔'' (بخاری)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ:

''عید کے روز نبی کریم ﷺ اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو عیدگاہ لے جایا کرتے تھے۔'' (ابن ماجہ)

الصلوٰۃ (نماز) دراصل مومن اور شرک کے درمیان حد فاصل ہے اسی لیے تشخص کی علامت ہے۔

ماہِ صیام کے روزے اور بنت حوا کا تشخص

ماہِ صیام کے روزے، بنتِ حوّا بلا تامل، بلا اجازت رکھنے کی حقدار ہے اس لیے کہ روزے کا مقصود تقویٰ کا حصول ہے۔ اور اس میں مرد و زن دونوں مساوی ہیں۔ تاہم نفلی روزہ رکھنے کے لیے شوہر کی موجودگی میں اجازت ضروری ہے۔ یہ شرط بھی اس کے لیے تشخص کی علامت و امین ہے۔ حدیث رسول ﷺ ملاحظہ ہو:

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ''عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر ایک دن بھی روزہ نہ رکھے۔ سوائے رمضان کے۔'' (بخاری، مسلم، ابو داؤد)

زکوٰۃ اور بنت حوا کا تشخص

عورت کے زیور خواہ وہ سونا ہو یا چاندی پر زکوٰۃ ضروری ہے۔ عمرو بن شعیب اپنے والد کے ذریعے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ:

''ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس کے ساتھ اس کی ایک لڑکی بھی تھی جس کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو۔ اس نے کہا، نہیں، فرمایا کیا

تمہیں یہ پسند ہے کہ اللہ قیامت کے روز تمہیں ان کے بدلے آگ کے کنگن پہنائے؟" (ابو داؤد، ترمذی، نسائی)

قرآن نے تو زکوٰۃ کا مقصد ہی یہ بتایا ہے کہ اس سے صدقات میں اضافہ ہوتا ہے مال و دولت سرمایہ داروں کے ہاتھوں سے نکل کر غریبوں کے پاس چلی جاتی ہے۔ اسی طرح سے اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ دوسرے زیور current money اور محفوظ سرمایہ ہوتا ہے۔

حج اور بنت حوا کا تشخص

حج ہر مسلم مرد و زن پر جو صاحب نصاب کے زمرے میں آتے ہوں فرض ہے۔ تاہم حج کے سفر میں خاتون کے لیے محرم کا ہونا شرط ہے۔ یہ شرط اس وقت ہے کہ جب مکہ معظمہ کی مسافت تین دن یا اس سے زیادہ کی ہو۔ تاہم موجودہ دور میں ایسی عورت جس پر حج فرض ہے وہ کسی جماعت کے ساتھ حج پر جاسکتی ہے کیونکہ اب سفر میں اس قدر مشقت نہیں اور دوسرے وسائل سفر میں برق رفتاری ہے تیسرے یہ کہ حجاج کے گروپ کا ایک کفیل ہوتا ہے، اسی لیے اب سعودی گورنمنٹ نے تنہا عورت کو گروپ کی صورت میں حج پر آنے کی اجازت دے دی ہے۔

جہاں تک احرام کا مسئلہ ہے تو مرد تو اپنے آپ کو دو سفید چادروں سے ڈھانپ لیتا ہے جبکہ عورت سلا ہوا سادہ لباس زیب تن کر کے اسکارف کو اس طرح لیتی ہے کہ صرف اس کا منہ نظر آتا ہے۔ حج میں چہرہ کھلا رہتا ہے۔

ایمان وارکان کے حوالے سے بنت حوا کے باطنی تشخص کی بحث میں ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جو حکم مرد یعنی ابن آدم کے لیے آیا وہی حکم بنت حوا کے لیے بھی صادر کیا گیا ہے لیکن !!! کچھ معاملات اور ذمہ داریاں ایسی ہیں کہ جن کی وجہ سے مسلم مرد و زن کے تشخص میں بڑا فرق ہے مثلاً پردہ کے حکم میں دونوں آتے ہیں لیکن انداز ستر اور اعضاء ستر میں یکساں نہیں۔ اسی طرح کچھ عہدے اور پیشے ایسے ہیں کہ جنہیں مسلم خواتین کے لئے بطور پیشہ اپنایا نہیں جاسکتا۔ اسی طرح اعلیٰ تعلیم کے حصول کا مسئلہ بھی ہے۔ اب ہم اس تناظر میں بنت حوا کے ظاہری تشخص کو بیان کریں گے۔

جدید عالمی معاشرے میں بنت حوا کا ظاہری تشخص اور اسلام

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ o وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ o(القرآن۔ ۷۵: ۱۴ تا ۱۵)

ترجمہ: "بلکہ آدمی اپنے واسطے آپ دلیل ہے اگرچہ وہ کتنے ہی بہانے کیوں نہ تراش لے"۔

ایک اور مقام پر اللہ فرماتا ہے:

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا o فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا o قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا o وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا o (القرآن۔ ۹۱: ۷ تا ۱۰)

ترجمہ: اور (قسم ہے) نفس کی اور جیسا کہ اس کو ٹھیک بنایا پھر سمجھ دی اس کو ڈھٹائی کی اور بچ کر چلنے کی۔ تحقیق مراد کو پہنچا جس نے اس کو سنوار لیا اور نامراد ہوا جس نے اس کو خاک میں ملا چھوڑا۔

نیز ایک اور مقام پر قسم کھاتے ہوئے اللہ فرماتا ہے:

وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ o(القرآن۔ ۷۵: ۲)

ترجمہ: "اور قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو ملامت کرنے والا ہو"۔

ہر انسان کا نفس خواہ وہ مرد ہو یا زن ایک ہی طرح کا ہوتا ہے تاہم اس کی تین حالتیں ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے نفس کی قسم کھا کر انسان کو بتادیا کہ بناوٹ اور کام کے اعتبار سے یہ انتہائی استوار ہے۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں۔

حقیقت حال یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر جاندار کو موروثی وجدان یا الہام اس کی فطرت، اس کے مقام اور زندگی میں پیش آنے والے حالات کے مطابق ودیعت کیا ہے اور سورۂ طٰہٰ میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے اللہ فرماتا ہے:

قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى o(القرآن۔ ۲۰: ۵۰)

ترجمہ: "کہا رب ہمارا وہ ہے جس نے دی ہر چیز کو اس کی صورت پھر راہ سجھائی"۔

یہ آیت اس بات کی روشن دلیل ہے کہ اللہ جو خالق کائنات ہے اس نے انسان کو ایک مخصوص شناخت عطا فرمائی یہ شناخت محض شکل و صورت اور پہچان ہی نہیں بلکہ فطرت کو مستقیم رکھنے کے لیے ہدایت کو بھی شامل ہے۔ اس کو ایک جسم، دماغ، حواس اور دیگر استعدادی صلاحیتیں اور قوتیں عطا فرمائیں تاکہ وہ احسن طریق پر اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکے۔ اسے ایسے محرکات و ہیجانات اور جذبات سے نوازا گیا جو سراسر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ لیکن انسان حواس اور وحی والہام کے ذریعے ان رجحانات کے متعلق علم حاصل کرتا ہے اب اس کی مرضی ہے۔ اسے right of choice

حاصل ہے کہ وہ نیکی کے راستے کو اختیار کرے یا پھر بُرائی کے راستے پر چل نکلے۔ اسی طرح رات و دن، نر و مادہ یعنی مرد و زن ایک دوسرے سے مختلف ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف طبعی خصوصیات و اثرات کے حامل ہیں۔

یہی اصل میں وہ نقطہ ہے کہ جس کی بناء پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے مرد و عورت کا تشخص بھی جدا جدا بنایا۔ اب ہم "جدید عالمی معاشرے میں بنت حوا کے تشخص" کے حوالے سے اسے لاحق اندیشوں اور خطرات سے بھی آگاہی حاصل کریں گے تاکہ فلاح و منفعت کی راہیں تلاش کرسکیں۔

جدید عالمی معاشرے میں مسلم عورت کا تشخص اور اس کو معدوم کرنے کی سازشیں

عصر جدید میں اسلام دشمنی جدید غیر مسلم عالمی معاشروں کا ورثہ بن کر سامنے آئی ہے۔ مغرب جو انسانیت اور جمہوریت کا سب سے بڑا علمبردار ہے آج اس کا مشن مسلمانوں کے ملّی تشخص خاتمہ کے سوا کچھ نہیں۔ ذیل میں ہم ان ہی مکروہ سازشوں پر سے پردہ اُٹھائیں گے تاکہ جدید یعنی برکف عالمی معاشروں کے نفسی ہیجانات اور جنون سے آگاہی حاصل کی جاسکے۔

حجاب مسلم عورت کا ظاہری تشخص

ہم سب الا ماظھر منھا کی تفسیر سے واقف ہیں اور یدنین علیھن من جلابیبھنّ کی تفسیر سے بھی آگاہ ہیں۔ مسلمان عورت کے ظاہری تشخص کی تعریف کچھ اس طرح کی جاسکتی ہے کہ: ''مسلمان عورت اپنے پہنے ہوئے کپڑوں پر ''جلباب'' کو لپیٹتی ہے۔ یہ چادر بھی ہوسکتی ہے، اسکارف بھی ہوسکتا ہے، نیز گاؤن، کوٹ، بلیزر، جیکٹ، برقعہ وغیرہ بھی اس کی صورتیں ہو سکتی ہیں۔'' الغرض جو خاتون جس ملک میں رہتی ہے اس کے کلچر میں جیسا بھی لباس پہنا جاتا ہو (جاپانی، چینی لباس، روسی و دیگر یورپین ممالک میں رہنے والوں کا لباس یا پھر خود ہمارے ملک میں جیسے کشمیری لباس جس میں ٹوپی کا استعمال عورت کرتی ہے وغیرہ وغیرہ) اس پر کوئی فالتو چیز پہن لے جس سے اس کے جسم کے خدوخال نمایاں نہ ہوں وہ اس ملک میں مسلم عورت کا حجاب بن جائے گا۔ تاہم آپ اسے اعلیٰ، اوسط اور ادنیٰ درجے کے پردے میں تقسیم کرسکتے ہیں۔ لیکن بہرحال حجاب حجاب ہے۔ جو مسلم عورت کا تشخص ہے۔ آج کی مغربی ریاستوں میں جو جمہوریت اور تہذیب و تمدن میں خود کو رہنما و لیڈر گردانتی ہیں ان کا مسلم عورت کے اس ظاہری تشخص پر حملہ ملاحظہ ہو:

"French president Nicolas Sarkozy has said; "the "Burqa" is not a sign of religion, but a sign of enslavement... and subservience." (1)

حقیقت حال ایک مسلم طالبہ ندا ابراہیم کی زبانی سنیں، وہ کہتی ہیں کہ:

"...wearing the muslim veil is not opressive or enslaving, but a sign of identity, choice and respect. (2)

وہ مزید اپنے بیان کی وضاحت کرتے ہوئے کہتی ہیں:

"...the veil is an integral part of her identity...she chooses to wear the veil not to satisfy any male influence, but because she believes it is a commandment from God. It is actually an obligation that is put in the Quran." (3)

اسی طرح آسٹریلیا میں بہت خوف و ہراس پایا جاتا ہے۔ مسلم عورت کے ظاہری تشخص کے حوالے سے ملاحظہ کیجیے:

A-2007 study in the journal of Muslim Minority affairs revealed that non Muslims in Australia feel threatened by burqas and headscarfs. But Ms Ibrahim says this is an ignorant fear. (4)

کینیڈا کی صورتِ حال کچھ ایسی ہی ہے۔ 1995ء میں ایک Quebec High School کی طالبہ نے اپنے سر سے اسکارف اتارنے سے منع کردیا تھا۔ جبکہ کینیڈین اسکول کا کہنا تھا کہ یہ مکمل proper dress نہیں ہے ملاحظہ ہو:

They say; "you do not have to wear that in canada." (5)

جبکہ حقیقی صورتِ حال یہ ہے کہ حجاب اللہ کا حکم ہے دوسری بات یہ ہے کہ مغرب زدہ خواتین کو بنیاد نہیں بنایا جاسکتا۔ کیونکہ ان کا فیصلہ شریعت سے تصادم ہے۔ البتہ ایک سوال بڑا عام ہے۔ بعض اوقات مذاق میں اور بسا اوقات سنجیدہ لوگ بھی اس مخمصے میں مبتلا ہوجاتے ہیں کہ کیا پردہ صرف عورت کے لیے ہے مرد کے لیے نہیں؟ تو اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ پردہ دونوں کے لیے فرض ہے، مگر انداز مختلف ہے۔ یہاں پر بھی اُصولِ مساوات لاگو ہے اگر عورتوں کے لیے چادر کی بات کی گئی ہے، تو مرد کے لیے غض بصر کا حکم ہے کہ نگاہوں کو نیچا رکھیں۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے مرد و عورت کے ستر میں فرق ہے اسی نسبت دونوں کے لئے حجاب کا حکم ہے۔ اس طرح یہ مرد و زن کے تشخص میں نمایاں فرق کی علامت ہے نہ کہ غیر مساویانہ سلوک۔ اس کا اہم ترین مقصد یہ ہے کہ:

"A public space free of sexual tensions is seen as a more harmonious and peaceful place for human beings, men and women to interact, do business and build a healthy civilization." (6)

مگر انسان کو حیوان گرداننے والے کیا جانیں؟

کچھ اسی طرح کی سوچ اور منفی کیفیت برطانیہ کے رہنے والے بھی مسلم عورت کے حوالے سے رکھتے ہیں۔

"Increasingly Muslim women in Britain take their children to school and run errands covered head to toe in flowing black gowns that allow only a slit for their eyes." (7)

اگر دیکھا جائے تو دوسروں کے لئے برداشت مغربی ممالک کے لوگوں میں اور بالخصوص حکمران نمائندوں میں بالکل نہیں ہے۔ جن کے ذہنوں میں زندگی کا مقصد ہی خود پسندی ہو، وہاں حجاب کی بات کی جائے، اسے اختیار کیا جائے تو پھر بھلا وہ کیونکر اس پر صبر کر سکتے ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ حجاب کا تصور صرف محمد ﷺ ہی نے نہیں دیا بلکہ یہ تصور بنی اسرائیل میں اور پھر عیسائیوں تک میں موجود تھا اور اب بھی پایا جاتا ہے۔ اس کا اندازہ اس ایک بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے گذشتہ اور موجودہ صدی میں جتنی بھی انبیاء علیہم السلام کی زندگیوں پر فلمیں (انگریزی) میں بنائی گئیں یا پُرانے زمانے کی تصویریں منظرِ عام پر آئی ہیں تو ان سب میں بھی عورت کو چادر میں لپٹا ہوا ہی دکھایا جاتا ہے۔ اور اگر اس بات کو بھی ہم ایک طرف کر دیں، تو بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہود و نصاریٰ حجاب کو معزز لباس سمجھتے ہیں۔

کون نہیں جانتا کہ حضرت آدم وحوّا کے ساتھ کیا ہوا۔ جب انہوں نے شجر ممنوعہ کے پھل کو چکھا تو فوراً ہی جنتی لباس سے محروم کر دیے گئے۔ اور جسم انسانی نمایاں ہوا اس واقعہ کے ذریعے اللہ تبارک و تعالیٰ نے آدم وحوّا کو ان کے اجسام سے متعارف کرانے کے لیے آزمائش سے گزارا۔ تو وہ پتوں سے اپنے آپ کو ڈھانپنے لگے۔ کیونکہ حیا فطری وقدرتی خاصۂ انسانی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ (حجاب عورت کو اندرونی تحفظ دیتا ہے) مگر سمجھنے والے ہوں تو سمجھیں۔

اعلیٰ تعلیم کا حصول اور مسلم عورت کی ذہنی استعداد کا ظاہری تشخص

دین و دنیا الگ نہیں بلکہ ان کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ سب سے پہلی وحی اس حقیقت کی عکاس ہے کہ علم کا حصول مرد و زن دونوں کے لیے یکساں ضروری ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے کہ:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ o الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ o (القرآن۔ ۹۶:۱ تا ۵)

ترجمہ: ''پڑھ اپنے رب کے نام سے، جس نے پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے، پڑھیے آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم کے ذریعے، اس نے انسان کو سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔''

یہ مسئلہ ہمارا داخلی بھی ہے اور خارجی بھی۔ داخلی مسئلہ اس طرح ہے کہ ہم اب تک یہ سوچ رہے ہیں کہ اعلیٰ تعلیم کے حصول پر مردوں کی اجارہ داری ہے۔ بھلا یہ کہاں کا انصاف ہے کہ مرد ڈاکٹر بنے اور عورت نہ بنے۔ اسی طرح دیگر شعبہ جات ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اسلامی حوالے سے اور مذکورہ آیت کے حوالے سے کسی کو اجارہ داری حاصل نہیں۔

آپ خود سوچیے کہ جس گھر میں کوئی پڑھی لکھی عورت موجود نہ ہو تو پھر گھر کے کماؤ مرد کے اچانک انتقال کی صورت میں یا کسی دیگر ایسے حادثہ کی صورت میں ذریعۂ معاش کی کیا صورت ہوگی؟ تو کیا عورت کو اعلیٰ تعلیم سے محروم رکھنا کوئی بہت بڑا کارنامہ ہے؟ کیا غربت و افلاس جرائم میں اضافے کا سبب نہیں بنتی؟ کیا مطابقت اور مسابقت ضروری نہیں؟

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے تحصیلِ علم کا معاملہ ہو یا بیرون خانہ اہم ترین قومی ذمہ داری یعنی active and passive دونوں طرح کی زندگی کی دوڑ میں حصول مطابقت کے لیے پیچھے نہ رہیں۔ علمی خدمت اپنی جگہ لیکن جب جنگ جمل میں انہیں افواج کی سپہ سالار کی ذمہ داری سونپی گئی تو آپؓ ایک بہترین ''جنرل'' کے طور پر سامنے آئیں یہ مطابقت پذیری، مسابقت، مدافعت، طاقت و استعداد کی دھاک بٹھانے کا عمل ہوتا ہے جو کسی معاشرے کی عمر کو طوالت بخشتا ہے، زندہ رکھتا ہے۔ بات یہ نہیں تھی کہ مرد صحابہؓ کم تھے یا قابل نہ تھے۔ بات تھی ''شخصیت کے بالمقابل شخصیت'' کی۔ اور ہمارا یہ حال ہے کہ ہم اسی بحث میں اُلجھے ہوئے ہیں کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے سے عورت کا بے علم ہونا اچھا ہے۔ یہ منفی سوچ ہمارے لیے زہر قاتل ہے، خود کشی کے مترادف ہے۔

آج جدید سائنس اور تحقیق میں مسلمان اپنی اس منفی سوچ کی وجہ سے مغربی دنیا سے تقریباً 50 سال پیچھے رہ گئے ہیں۔ جبکہ قرآن بار بار زمین و افلاک کی سیر کی دعوت عقل، تدبر اور تفکر کی تلقین کرتا ہے۔ تو کیا یہ عجیب بات نہیں ہوگی کہ مرد ہی ڈاکٹر بنیں، انجینئر، وکیل، معلم وغیرہ وغیرہ بنیں اور عورت کی ذہنی واستعدادی ظاہری تشخص کو یکسر ختم کر دیا جائے۔ کیا مسلمان صحابیاتؓ کے کارنامے دورانِ جہاد ہمیں یاد نہیں رہے؟ کیا حضرت صفیہؓ کے مثبت کردار کو تاریخ اسلام فراموش کر سکتی ہے؟ بوسنیا کی صورتِ حال کیا یاد نہیں رہی؟ کیا مرد پڑھا لکھا ہو اور عورت جاہل ہو یہ درست ہے؟ نیز کیا تہذیب کو تعذیب کہنے سے مسلم خاتون کی شناخت متاثر نہیں ہوتی ہے؟

اس طرح مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ گھمبیر ہو جاتے ہیں۔ تشخص بچانے کے لیے عملی اقدامات ضروری ہوتے ہیں۔ ورنہ survival of the fittest کے اُصول پر ہم پورے نہیں اُتر سکیں گے خدانخواستہ معاشرہ ہی نہیں رہے گا تو تشخص کیسا؟ عورت کے تشخص یعنی gender justice کو بچائیں گے تو معاشرہ تیزی سے ترقی کرے گا۔

میں یہاں نعمت حفیظ برزنگی کی کتاب "Women's Identity and the Quran: A New Reading" پر ایک آن لائن تبصرہ سے ایک اقتباس پیش کروں گی:۔

Barazangi decries the wrong assumption that Muslim women do not constitute a theological Autharity. She

maintains that underlying the large absense of women voice in the construction of the Islamic Knowledge is the conventional assumption that a Muslim woman's religio-moral rationality (Din) as being under the guardianship of her male kin. The reproduction of these interpretations by subsequent generations has obscured the moral ethics and guidance of the Quran.

Barazangi affirms that women's participation in the construction of the Islamic Sciences is an Islamic duty and a provision for being a Muslim. She therefore advocates Quranic higher learning by accessing the Quranic text directly and generating new readings of the Quran and drawing rational judgement that would resuscitate the essence of the Quranic teaching and principles. (8)

قرآنِ کریم ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اگر عورت اس کا علم حاصل کرتی ہے تو وہ زندگی کے تمام پہلوؤں پر غور و فکر کرتی ہے۔ کیونکہ اس کے پاس بھی وہی حواس، وہی عقل، وہی علم مطلق، وہی استعداد ہے جو مرد کے پاس ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ:

Equality between Man and Woman is not sameness.

مطلب یہ کہ ہم حقوق و فرائض میں عدل و انصاف کی بات کرتے ہیں، دونوں صنفوں کے مساوی تشخص کی بات نہیں کرتے۔

ہم ہرگز شانہ بشانہ کی بات نہیں کرتے جس میں بالکل یکسانیت ہو کیونکہ مرد و زن ہر ایک کی اپنی اپنی حدود ہیں۔ ان حدود میں رہتے ہوئے کامیابی کے زینے طے کرنے ہیں۔ آج بھی محدود پیانے پر ہی سہی عورت اپنی ذمہ داریوں میں محرم رشتوں کے ساتھ ممد و معاون ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جانہ ہوگا کہ عورت گاڑی کا دوسرا پہیہ ہے۔ جو اس کا جواب نفی میں دیں گے ان سے میں پوچھتی ہوں کہ ...... مرد کی ترقی و اطمینان کے پس پردہ کون ہے؟

ملازمت اور کاروبار میں مسلم عورت کی پیداواری استعداد کا ظاہری تشخص

اسلامی ملک (جو بعض اوقات مسلمانوں کی کثرت کی وجہ سے اسلامی ملک کہلاتے ہیں) ہوں یا غیر اسلامی، ان میں بنیادی انسانی ضروریات کی تکمیل انتہائی دشوار بن کر رہ گئی ہے معاشی مشکلات میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے اس لئے کہ سود عام ہے، کساد بازاری کی صورت حال عام ہے، بنیادی اشیاء کی قیمتیں خطرناک حد تک بڑھ گئی ہیں، جوا، اور سٹہ عام ہے، سرمایہ داروں نے عوام پر اس طرح سے اپنے پنجے گاڑ دیئے ہیں کہ وہ نان شبینہ کو ترس رہے ہیں تو یا یہ حالت مجبوری نہیں؟؟؟

21 ویں صدی کے باسی ہو کر ہم نے تاریخ سے کچھ نہیں سیکھا اسی بحث میں مبتلا ہیں کہ عورتوں کو ملازمت اور کاروبار میں شراکت نہیں دینی چاہیے۔ بحالت مجبوری کیا قرآن کا پیش کردہ واقعہ ہمیں یاد نہیں؟ کیا حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیاں گھر سے باہر نہیں نکلیں؟ کیا وہ اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلایا کرتی تھیں؟ کیا انہوں نے اپنے بوڑھے باپ کی معاونت نہیں کی؟

پھر اسی طرح حضرت خدیجہؓ جو زوجۂ رسول کریم ﷺ بنیں اور جو ایک مالدار صحابیہؓ تھیں کیا انہوں نے تجارت کو پس پردہ passive انداز میں نہیں کیا؟ جو کہ وقتی ضرورت کے ساتھ ساتھ مجبوری بھی تھی، کیا انہوں نے اسلامی حدود میں رہتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کا لوہا نہیں منوایا؟

خواہ مسلم عورت کا کردار پس پردہ ہو یعنی passive یا پھر ظاہری صورت میں یعنی active ہو کیا وہ اپنی پیداواری استعداد کے ظاہری تشخص کا سکہ نہیں جما سکتی؟ آپ ﷺ کے یہ الفاظ "قد اذن اللّٰہ لکن ان تخرجن لحاجتکن" اس بات کا مصداق ہیں کہ مواضع ضرورت کے تحت نکلا جا سکتا ہے۔ حضرت سودہؓ کے لیے بھی یہی حکم تھا۔ حقیقت میں شرعی حکم کے تحت استعدادی اور پیداواری قوتوں کو اس طرح سے بروئے کار لایا جائے کہ شرعی حدود کی پاسداری ہو۔ حرمت کو پیشِ نظر رکھ کر مثبت کردار ادا کیا جائے نہ کہ حرمت کو متاثر کیا جائے۔

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''جو شخص کسی قوم کی شباہت اختیار کرے گا وہ ان ہی میں سے ہے۔'' (احمد و ابوداؤد)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:
''اللہ تعالیٰ لعنت کرے ان مردوں پر جو عورتوں کی شباہت بناتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی شباہت بناتی ہیں۔'' (بخاری)

الغرض ہم شرع کے احکامات کے اندر رہتے ہوئے اپنے ظاہری تشخص کو بحال رکھ سکتے ہیں اور ضرورت کو بھی پورا کر سکتے ہیں۔

خلاصۂ مضمون

''المشقة تجلب التيسير'' مشقت سہولت لاتی ہے۔ آج عصرِ جدید میں انسانوں نے اپنے لیے جہالت، ہوائے نفس، ضعف ایمان اور شہوت پرستی پر مبنی نظام تراش لیے ہیں جس کی وجہ سے عالمی معاشرہ عدم توازن کا شکار ہوتا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ انسانوں کے ذہنوں میں قائم کردہ وہی قدیم بنیادیں ہیں، جو صنف نازک کے حوالے سے منفی پراپیگنڈہ کی وجہ سے مشہور ہیں۔ کبھی اسے حقیر سمجھا جاتا رہا، کبھی گناہ و بُرائی پر اکسانے والی (حضرت حوا علیہا السلام کے حوالے سے) اور کہیں شیطان قرار دے دیا گیا، اور کبھی اسے معاشرے میں حکمران کا کردار دیا گیا یعنی مردوں پر فوقیت دے دی گئی۔ الغرض وہ روم کی تہذیب ہو یا یونان کی، وہ کلیسا ہو یا مندر کسی نے بھی اس کے صحیح مقام کا ادراک نہیں کیا بلکہ ہمیشہ اسے بدی کی جڑ قرار دیا۔

یہاں تک کہ جدید مغربی تصور نے ایسی اباحیت مطلقہ پھیلائی کہ رہی سہی کسر بھی ختم ہوگئی۔ ڈارون ہو یا فرائیڈ یا پھر کارل مارکس، ان کے نظریات تذلیل انسانیت کے سوا کچھ نہیں۔ ڈارون نے انسان کو حیوان مطلق اور فرائیڈ فقط جنس کو ہی مقصد زندگی قرار دیتا نظر آتا ہے، جبکہ کارل مارکس نے انسان کو مادّہ پرست بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔

مذکورہ اباحیت مطلقہ کا اندازہ کلیسا کی درج ذیل حرکات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

''اور کلیسا کی ایک محفل کا اشتہار کالج کے ہال کی دیوار پر لگایا گیا۔ تاریخ یکم اکتوبر 1950ء تھی۔ اشتہار یہ تھا: ہلکا پھلکا ڈنر۔ جادوئی کھیل۔ پراسرا شعبدے۔ دوڑ۔ دلچسپیاں۔ رقص۔

جب کلیسا میں سروس ختم ہوگئی، تلاوت ہوئی، نماز پڑھی گئی یعنی مذہبی رسومات کو ادا کیا گیا اور پھر شرکاء اس سے ملحق رقص کے کمرے میں چلے گئے، رقص شروع ہوا تو پادری صاحبان نے سفید بتیاں گل کرنا شروع کردیں، اس طرح ماحول کو رومان پرور بنا دیا گیا۔ ریکارڈ لگایا گیا:

But baby it is cold outside (مگر میری پیاری باہر سردی ہو رہی ہے)۔ یہ گانا لڑکا لڑکی کی گفتگو پر مشتمل ہے جس میں لڑکی جب گھر جانے اور ماں کا انتظار کرنے کی بات کرتی ہے تو لڑکا ہر بار یہی جملہ دُہراتا ہے۔ (۹)

جس معاشرے کے رُوحانی ادارے، میں اخلاق کی اس قدر ارزانی ہو، جہاں نفس بے لگام ہو، جہاں انسانیت کم اور حیوانیت زیادہ ہو، جہاں بے حیائی

بنیادی ضرورت بن جائے، جہاں رشتوں کی حرمت کی پامالی ہو اور جہاں نفس کو معبود بنا دیا جائے وہاں کیسی تہذیب ہوگی؟ وہ بھلا کیا جانیں کہ:

- مشقت کیا ہے؟ جہاد بالنفس کیا ہے؟
- عورت زدہ معاشرے کے باسی کیا جانیں کہ رشتوں کی حرمت و تقدیس کیا ہے؟
- وہ ہوائے نفس و شہوت پرستی کے پجاری کیا جانیں کہ مقصد زندگی اور زندگی کیا ہے؟
- وہ گمراہ و باطل نظریات کے حامل کیا جانیں کہ رب تعالیٰ کی مرضی کیا ہے؟
- وہ زمانے کو سب کچھ سمجھنے والے کیا جانیں عظمت مقام انسان اور اس کی کمال معراج کیا ہے؟

مجھے یقین ہے کہ جس دن وہ ان سوالوں کے متلاشی ہوئے اس دن وہ اپنے نفس کو پہچان کر معرفت الٰہی کی طرف بڑھیں گے اور ان میں محاسبہ کا خوف پیدا ہوگا کیونکہ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ (القرآن، ۲: ۲۸۴)

ترجمہ: ''اور تم اپنے دل کی باتیں خواہ ظاہر کرو خواہ چھپاؤ اللہ ہر حال میں ان کا حساب تم سے لے کر رہے گا''۔

حواشی

(1) ABL News, choice, Freedom, Identity : Wearing veil By News online's Amy Simmons. 23rd June, 2009.

(2) As above.

(3) As above.

(4) As above.

(5) www.islamfortoday.com/hijabcanada.htm

(6) As above

(7) Infolink

(8) http : // www.thefreelibrary./Nimat+Hafez+Barazangi+women%27s+Identity+and+the.P.No:1

(9) اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل (ترجمہ ''الاسلام و مشکلات الحضارة''، مصنف سیّد قطب شہید)، مترجم ساجد الرحمٰن صدیقی، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، 1982ء، ص: 93 تا 94

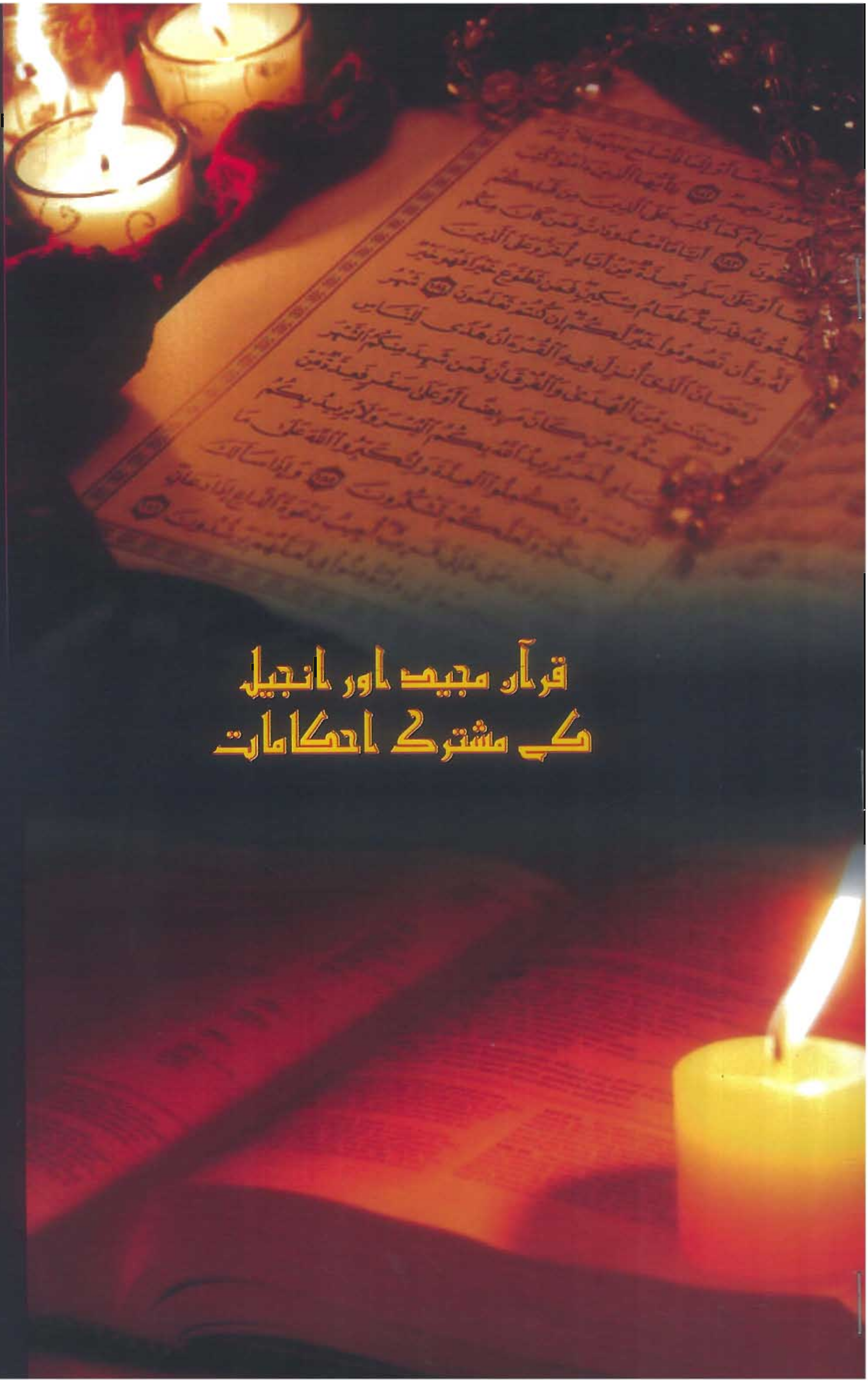

قرآن مجید اور انجیل
کے مشترک احکامات

ذیشان سرور
ایڈیٹر رسالہ اجتہاد